Journal of World Religions and Interfaith
ISSN: 2958-9932 (Print), 2958-9940 (Online)
Vol. 3, Issue 2, Fall (July-December) 2024, PP. 95-114
HEC:https://www.hec.gov.pk/english/services/faculty/journals/Documents/Merged%20policy%20and%20recognised%20list%202024.pdf
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/issue/view/203
Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/3482
DOI: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/3482
Publisher: Department of World Religions and Interfaith Harmony, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

---

Title A Comprehensive Overview of the Mentors and Teachers of Maulana Abdul Hadi Shah Mansoori

Author (s):
Ubaid ur Rahman
PhD Research scholar, Deportment of Islamic studies, University of malakand
Dr. janas khan
Pprofessor, Deportment of Islamic studies, University of Malakand
Dr. Najmul Hassan
Assistant Professor, Department of Islamic studies, Uuniversity of Malakand

Received on: 26 July, 2024
Accepted on: 10 December, 2024
Published on: 13 December, 2024

Citation: Ubaid ur Rahman, Dr. janas khan, & Dr. Najmul Hassan. (2024). A Comprehensive Overview of the Mentors and Teachers of Maulana Abdul Hadi Shah Mansoori. *Journal of World Religions and Interfaith Harmony*, *3*(2), 95–114. Retrieved from https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/3482

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Journal of World Religions and Interfaith Harmony by the Department of World Religions and Interfaith Harmony is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

مولانا عبدالہادی شامنصوریؒ کے مشائخ اور اساتذہ کا تعارفی جائزہ

A Comprehensive Overview of the Mentors and Teachers of Maulana Abdul Hadi Shah Mansoori

Ubaid ur Rahman
PhD Research scholar, University of malakand.
Email: rahmanubaid882@gmail.com.com
Dr. janas khan
Professor, Deportment of Islamic studies, University of Malakand.
Email: drjanaskhan9911@gmail.com
Dr. Najmul Hassan
Assistant Professor, Department of Islamic studies, Uuniversity of Malakand.
Email: dr.najamulhassan@uom.edu.pk

Abstract

Molana Abdul Hadi Shah Mansoori (RA) was one of the prominent scholars of the 20th century who dedicated his life to the service of Islamic sciences. His profound knowledge and teaching legacy reflect the influence of his esteemed teachers, who were not only renowned scholars of their time but also active contributors to religious and social reforms. Among his distinguished mentors were Molana Qutbuddin Ghorghashtwi (RA), Sheikh-ul-Tafseer Molana Hussain Ali (RA), Molana Naseeruddin Ghorghashtwi (RA), Molana Muhammad Zaman Shah (RA) known as "Abba Sahib," Molana Abdul Qahar (RA) also known as "Muwat Molvi Sahib," Molana Habibullah (RA) alias "Sahib-e-Haq of Zarubi," Molana Muhammad Siddique (RA), Molana Abdul Rauf (RA) popularly known as "Kaddi Molvi Sahib," and Molana Qazi Gul Muhammad (RA).

These luminaries were leaders in their respective fields, excelling in both religious sciences and societal reforms. They played significant roles in movements such as the Khilafat Movement and the Pakistan Movement, while also addressing legal and social issues based on Islamic principles. Their contributions to Islamic education and reformation continue to serve as guiding examples. The scholarly stature of Molana Abdul Hadi Shah Mansoori (RA) is a testament to the exceptional training he received from these illustrious mentors, whose contributions deserve recognition and study in contemporary times.

Keywords: Molana Abdul Hadi, Sheikh-ul-Tafseer, Molana Hussain, Molana Qazi Gul Muhammad, Molana Naseeruddin Ghorghashtwi.

اللہ تعالیٰ نے کرہ ارض پر اپنی آخری مقدس کتاب قرآن مجید کے نورانی الفاظ ومعانی کی حفاظت وتعلیم کے لیے ہر دور میں حفاظ ومقرئین، مفسرین اور علماء ربانیین کی مبارک جماعتیں پیدا فرمائی تھیں، جو اس دھرتی میں دین اسلام کے مینارِ ہدایت اور مشعلِ راہ کا درجہ رکھتی ہیں اور رحمت کائنات ﷺ کی نگاہِ حقیقت شناس نے ان کو "اشراف امت" کے لقب سے نوازا ہے۔ '' اشراف امتی حملة القرآن ''۔ان قدسی صفات شخصیات، فرشتہ خصلت اساطین امت میں خیبر پختونخوا کے سرمایہ افتخار شیخ القرآن مولانا عبد الہادیؒ کا نام سرفہرست ہے جو بقول ڈاکٹر شیر علی شاہؒ اپنے دور کے حسن بصری اور امام غزالی تھے۔ جو" شیخ القرآن شاہ منصور" اور" کوکا" کے القاب سے مشہور تھے۔ اس عظیم شخصیت نے اپنی صد سالہ حیاتِ طیبہ کا اکثر وبیشتر زرین حصہ قال اللہ اور قال الرسول کے عظیم منصب کے لیے وقف فرمادیا تھا وہ اپنی درویشی وضع قطع میں ایک بے تاج بادشاہ تھے وہ جملہ علومِ عقلیہ، نقلیہ میں فوق العادت مہارتِ تامہ رکھتے تھے مگر علوم القرآن اور معارف الحدیث کی تدریس ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

مولانا عبد الہادی شاہ منصوریؒ کے مشائخ اور اساتذہ کا تعارف:

علماء ومشائخ اور بزرگوں کے حالات وواقعات مسلمانوں کے لیے بڑے ہی روح افزا ہوتے ہیں۔ ان اکابر کے حالات وواقعات کو دیکھ کر اور سن کر روح میں تازگی، ایمان میں بڑھوتری، عمل میں زیادت، عبادت میں دل لگی، اللہ سے تعلق، رسول سے محبت ، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر دامنگیر ہوتی ہے۔ صرف عوام تک محدود نہیں بلکہ اہل اللہ اور اولیاء اللہ تک کے دل ان حالات اور واقعات سے مضبوط ہوتے ہیں۔ جیسا کہ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ "الحکایات جند من جنوداللہ یثبت اللہ بھا قلوب اولیائه " ([1])یعنی ان حکایات کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے دلوں کو مضبوط کرتا ہے۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے، **وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ** " اور (اے پیغمبر) گذشتہ پیغمبروں کے واقعات میں سے وہ سارے واقعات ہم تمہیں سنا رہے ہیں جن سے تمہارے دل کو تقویت پہنچائیں اور ان واقعات کے ضمن میں تمہارے پاس جو بات آئی ہے خود بھی حق ہے، اور تمام مؤمنوں کے لیے نصیحت اور یاد دہانی بھی ہے۔([2])

[1] مولانا محمد عثمان، مقدمہ بکھرے موتی، مکتبہ، شیخ احمد خام کراچی، ۱۴۲۴ھ، ص:۲۱۔

[2] مفتی، محمد تقی عثمانی، آسان ترجمہ قرآن، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ۱۴۳۱ھ، ۲۰۱۰ء ص:۴۸۶۔

عالم کے علم کا اندازہ ان کی تلامذہ اور اساتذہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے، اکابر اساتذہ سے پڑھنا بھی سعادت کے ساتھ ساتھ علم میں میں پختگی کا باعث بنتا ہے، مولانا عبد الہادی شا منصوریؒ کے اساتذہ بھی اپنے زمانے کے علوم وفنون میں ماہر تھے، ان میں مولانا قطب الدین غور غشتویؒ، شیخ التفسیر مولانا حسین علی، مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ، مولانا محمد زمان شاہؒ عرف اباصاحب، مولانا عبد القہار عرف مروت مولوی صاحبؒ، مولانا حبیب اللہ عرف صاحب حق صاحب زروبی، مولانا محمد صدیق صاحب، مولانا عبد الرؤف عرف کڈی مولوی صاحب اور مولانا قاضی گل محمد صاحب ہیں، ذیل میں ہم مولانا عبد الہادی شا منصوریؒ کے مختصر تعارف کے بعد ان کے اساتذہ کا ایک تعارفی جائزہ پیش کرتے ہیں:

مولانا عبد الہادی شا منصوریؒ کا تعارف:

مولانا عبد الہادیؒ ۱۸۷۳عیسوی کو بمطابق ۱۲۹۲ ہجری کو موضع شاہ منصور ضلع صوابی میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبد الہادیؒ شاہ منصوری ایک علمی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ صدیوں سے علم وعرفان کی شمعیں اس خاندان میں چلی آرہی ہیں۔ آپ کے صاحبزادے مولانا نور الہادی کے پاس اپنے خاندان کے بزرگوں کے زمانے کے ایسے ملفوظات موجود ہیں جن میں بعض کا تعلق مغل شہنشاہ عالمگیر کے زمانے سے ہیں۔ ان نسخوں سے ایک طرف آپ کے خاندان کے علمی ذوق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تو دوسری طرف یہ بات بھی عیاں ہے کہ آپ کا خاندان اس علاقے کے لیے بالعموم اور گاؤں شاہ منصور کے لیے بالخصوص کس قدر باعث رحمت ہے (3)۔

مولانا عبد الہادیؒ کے جد امجد حضرت مولانا خان محمد المعروف بہ اخون باباؒ تھے جو مغل حکمران اکبر اعظم کے زمانے میں گزرے ہیں آپ چکیسر سوات سے تشریف لائے تھے۔ شاہ منصور کی علمی تاریخ کا با قاعدہ آغاز اخون بابا کے درس وتدریس سے ہوتا ہے۔ اس خاندان میں اعلیٰ پائے کے عالم صوفی بزرگ اور مشائخ پیدا ہوئے جیسے مولانا نور محمد صاحب ایک بڑے عالم اور صوفی بزرگ گزرے ہیں مولانا محمد سندی جو علم منطق میں مہارت کی وجہ منطقی بابا کے نام سے مشہور تھے (4)۔

مولانا عبد الہادی شاہ منصوریؒ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ عالم فاضل تھے۔ آپ نے ابتدائی عربی اور فارسی کتابیں اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں۔ فارسی زبان جو اس وقت برصغیر پاک وہند میں بولی جانے والی زبانوں میں اہم زبان شمار ہوتی تھی اور علوم دینیہ میں عربی زبان کے بعد دوسرا درجہ رکھتی تھی، میں لکھی گئی مشہور زمانہ کتب گلستان، بوستان مولوی سے پڑھیں۔

---

[3] فانی، محمد ابراہیم، مولانا، حیات شیخ القرآن: مولانا عبد الہادی شاہ منصوری، مکتبہ امام شاہ ولی اللہ، نوشہرہ، 1996ء، ص:۶۹

[4] فضل امین، دار العلوم تعلیم القرآن کی اسی سالہ خدمات، مکتبہ ایجوکیشنل پریس کراچی، سن۔2007، ص:۶۸.

ابتدائی رسائل مولانا محمد زمان شاہ صاحب، مولانا سید حسین شاہ صاحب اور موضع درہ کے مولانا محمد انعام صاحب سے پڑھے، صَرفِ میر سیکھنے کے خاطر لکی مروت کا سفر کرنا پڑا۔ وہاں مولانا محمد عبد القہار سے صرف میر کا سبق لیا۔ کافیہ اور شرح جامی علاقہ چھچھ (ضلع اٹک) ولیہ مولوی سے، مختصر المعانی اور مطول وغیرہ موضع بام خیل صوابی کے سودائی مولوی صاحب، منطق وحکمت کا درس مولانا حبیب اللہ صاحب (موضع زروبی) مولانا غور غشتوی اور مولانا عبد الحکیم صاحب (ڈاگئی) سے لیا([5].)

تکمیلِ فنون کے بعد دورہ حدیث کے لیے شیخ الحدیث حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی کے شہرہ آفاق درس میں بیٹھے اور مسلسل دو سال ان کی خدمت میں رہے۔

علوم وفنون اور سندِ حدیث حاصل کرنے کے بعد دورہ تفسیر کے لیے شیخ القرآن حضرت مولانا حسین علی کے مشہورزمانہ درس میں بیٹھنا نصیب ہوا۔ بقولا مولانا ابراہیم فانی صاحب مرحوم کے کہ ایک بار میں شیخ القرآن سے پوچھا کہ حضرت آپ نے کتنا عرصہ مولانا حسینؒ کے پاس گزارا، تو انہوں نے فرمایا: میں تفسیر قرآن کے مکمل ضبط تک اپنے شیخ کے ہاں رہا اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب دورہ تفسیر پڑھانے کے قابل ہوں تب میں وہاں سے اپنے علاقے اور گاؤں واپس آیا([6])۔

مولانا عبد الہادی شاہ منصوریؒ کے اساتذہ کا تعارف:

مولانا عبد الہادی شاہ منصوریؒ کے اساتذہ کی تعداد کافی زیادہ ہے، کیونکہ آپؒ نے اپنی پوری عمر سیکھنے اور سکھانے میں گزاری ہے، ذیل میں ہم ان کے چند مشہور اساتذہ کا تعارفی جائزہ پیش کرتے ہیں:

مولانا محمد صدیق صاحب (م،۱۹۲۰):

مولانا عبد الہادی شاہ منصوریؒ کے اساتذہ میں سے ایک مولانا محمد صدیق صاحبؒ بھی تھے، آپ کا نام محمد صدیق بن مولانا رحمت اللہ صاحب ہے آپؒ ۱۲۵۲ھ کو مولانا رحمت اللہ کے گھر ڈاگئی ضلع صوابی میں پیدا ہوئے([7])۔

آپؒ نے گھر پر ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد ہندوستان کی طرف عازمِ سفر ہوئے اور ہندوستان میں مدرسہ رامپور عالیہ میں کچھ کتابیں پڑھیں۔ دورہ حدیث کے ام المدارس دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے زیرِ سایہ دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی([8])۔

---

[5] حیات شیخ القرآن:، ص:۷۰

[6] ، دارالعلوم تعلیم القرآن کی اسی سالہ خدمات، ص:۱۷

[7] ایضاص:۵۱۔

آپؒ نے دورہ حدیث کے بعد وطن آکر درس وتدریس کا آغاز کیا اور صحاح ستہ سمیت تمام علوم وفنون کی کتب پڑھائے۔ ہدایۃ الحکمۃ میبذی پر حاشیہ صدیقیہ کے نام سے لکھی جو کہ مطبوع ہے۔ چالیس سال تک تدریسی خدمات سرانجام دیئے۔ ۸۵ سال کی عمر میں ۱۳۴۷ھ کو انتقال کر گئے([9])۔

مولانا محمد زمان شاہؒ عرف اباصاحب(م ۱۹۳۰):

مولانا عبدالہادی شاہ منصوریؒ کے اساتذہ میں سے ایک مولانا محمد زمان شاہ المعروف بہ اباصاحبؒ بھی تھے، آپ موضع لاہور (ضلع صوابی) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی رسائل وکتب اپنے گھر پر پڑھیں اور اصول کی کتابیں پڑھنے کے لیے موضع میاں ڈھیری کے سید حسین شاہؒ کی شاگردی اختیار کی۔ جو منطق میں انتہائی مہارت کے حامل تھے۔ فن حکمت کی مشہور کتاب صدرا پر آپ ایک غیر مطبوعہ حاشیہ موجود ہے۔ جو کہ قاضی گل محمد صاحب آپ سے لے گئے تھے۔ تحریک خلافت میں آپ نے بھر پور حصہ لیا ۱۹۲۷ء میں پشاور میں جو جلسہ ہوا تھا جس میں ہندوستان کے چوٹی کے زعماء شریک ہوئے تھے جیسے مولانا حسین احمد مدنی، مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ مولانا مفتی کفایت اللہؒ، مولانا سعید احمدؒ اور مولانا محمد علی جوہرؒ تشریف لائے تھے اس جلسے کے اکابرین میں آپ کا نام بھی تھا۔ آپ نے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ وعظ و تبلیغ اور اصلاح وارشاد میں زندگی گزاری۔ ایک بہترین مقرر ہونے کے علاوہ عوام کی نفسیات سے آگاہ اور مزاج شناس بھی تھے۔ آپ کا انتقال ۱۹۳۰ء کو آبائی گاؤں لاہور میں ہوا([10])۔

آپ کے تلامذہ میں مولانا عبدالہادی شاہ منصوریؒ، مولانا عبدالحکیمؒ، میاں غلام حید باچا، مولانا عبدالوارث، مولانا عبدالرؤف کڈی اور مولانا عبدالجبار کوٹھہ شامل ہیں([11])۔

مولانا عبدالقہار عرف مروت مولوی صاحبؒ (۱۹۴۰):

مولانا عبدالہادی شاہ منصوریؒ کے اساتذہ میں سے ایک مولانا عبدالقہار المعروف بہ مروت مولوی صاحبؒ بھی تھے، مولانا عبدالقہار عرف مروت مولوی صاحب کا آبائی علاقہ ضلع صوابی تھا۔ آپؒ کا خاندان ایک علمی خاندان تھا۔ آپ کے آباواجداد

---

[8] ایضا، ص:۱۲۸۔

[9] حیات شیخ القرآن،، ص:۸۹۔

[10] حیات شیخ القرآن، ص:۸۶

[11] ایضا، ص:۸۶۔

نے جہاد فی سبیل اللہ میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ کے دادا صاحب نے سید احمد شہید بریلویؒ کے ساتھ سکھوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریز سرکار کے خلاف فتوے دیئے۔ جنگ کے بعد جب انگریز حکومت نے برصغیر میں اپنی جڑیں مضبوط کیں تو آپ کے خاندان کے گرد دائرہ تنگ کیا جانے لگا۔ لہذا آپ کے والد صاحب لکی مروت سے ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔([12])

مولانا عبد القہار موضع لنڈیوہ تحصیل لکی مروت میں مولانا حباب شاہ کے ہاں ۱۲۹۶ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدین سے حاصل کی۔ کوہاٹ کے ایک ماہر خوشنویس سے فن کتابت میں کمال حاصل کیا۔ طالب علمی کا اکثر وقت ضلع مردان اور غور غشتی میں گزرا۔ منطق و معانی کی کتابیں ایسوزو ملا صاحب (گڑھی کپورہ مردان) سے پڑھیں۔ موضع یعقوبی صوابی میں مولانا عبد العلی اور مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ کے برادر بزرگ مولانا گل کاکا سے منطق کی آخری کتابوں کی تکمیل کی۔ دولت زئی مردان میں مولانا غازی الدین کا عرف اصولی ملا صاحب سے اصول تفسیر، اصول حدیث، اصول الفقہ میں استفادہ کیا۔ میاں ڈھیری صوابی کے مولانا سید حسین شاہ سے معانی کی کتابیں پڑھیں۔ آپ کی دستار بندی ۲۴ سال کی عمر میں ہوئی([13])۔

فراغت کے بعد مسجد بازار نوشہرہ کلاں میں امام و خطیب مقرر ہوئے۔ یہیں سے آپ نے درس و تدریس کا آغاز کیا۔ علوم عقلی اور نقلی میں آپؒ کو مکمل مہارت حاصل تھی۔ آپ کے درس میں سوات، باجوڑ، کوہستان، بنوں وزیرستان، کابل و قندھار اور تاشقند و سمرقند کے طلباء شریک ہوئے۔ شرعی مقدمات نمٹانے کے لیے ضلع نوشہرہ کے قاضی مقرر کئے گئے۔ علامہ مفتی کفایت اللہؒ بیشتر فقہی مسائل میں آپ سے مشورے حاصل کرتے تھے۔ آپ کئی سال تک جمعیۃ العلماء ہند کے مجلس عاملہ کے رکن رہے۔ ۱۹۲۷ء میں مولانا محمد علی جوہرؒ جب پشاور آئے اور نمکمنڈی میں ایک عظیم الشان اجلاس کا انتظام ہوا، تو مولانا محمد علی جوہرؒ نے اردو میں اور مولانا عبد القہار مروت مولوی صاحبؒ نے پشتو میں تقریریں کیں([14])۔ آپ نے فتنہ قادیانیت کے خلاف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ افغانستان میں جب امان اللہ خان کے خلاف بغاوتوں نے سر اٹھایا تو ان کی حمایت کے لیے جو بائیس (۲۲) رکنی وفد افغانستان بھیجا گیا تھا ان میں آپؒ بھی شامل تھے۔ آپؒ نے کئی سال تک مدرسہ اسلامیہ طور قل پشاور شہر

[12] ایضا، ص:۸۷۔

[13]۔ حیات شیخ القرآن، ص:۸۶

[14]۔ ایضا، ص:۸۶۔

اور مدرسہ انجمن تعلیم القرآن نوشہرہ کلاں میں صدر مدرس کے عہدہ فائز رہے([15])۔ ۱۹۴۰ء میں آپ کی صحت خراب ہو گئ اور ۲۱ شعبان ۱۳۵۹ھ بروز جمعہ بمطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۴۰ء کو آپ کا انتقال ہوا اور سید مہربان علی شاہ صاحب بخاری نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔ آپ کے جلیل القدر تلامذہ مولانا عبد الحقؒ بانی جامعہ حقانیہ بھی شامل ہیں([16])۔

۲۔ شیخ التفسیر مولانا حسین علیؒ(م ۱۹۴۴)

مولانا عبد الہادی شاہ منصوری کے اساتذہ میں سے ایک مولانا حسین علی تھے، مولانا حسین علیؒ ۲۵ مارچ ۱۸۶۷ء بمطابق ۱۲۸۳ھ کو بروز ہفتہ بچھرواں (ضلع میانوالی) میں ایک زمیندار حافظ محمد صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ شجرہ نسب کچھ اس طرح ہے: (مولانا) حسین علیؒ بن (حافظ) محمد بن عبد اللہ بن (حافظ) الیاس بن (حافظ) زکریا بن امام دین، اس اعتبار سے ان کا خاندان کئی پشتوں سے حافظ قرآن چلا آرہا تھا۔ اور شاید یہی وجہ ان کے خاندان کے میانہ مشہور ہو جانے کی ہے([17])۔ پنجاب میں مولوی اور حفاظ گھرانوں کو میانے کہتے ہیں۔

مولانا حسین علیؒ خاصے دراز قد اور قوی الجسم تھے سر میانہ چہرہ مدور اور داڑھی پتلی تھی۔ چہرے کی رنگت سفیدی مائل تھی ہاتھ پاؤں خوب کھلے ہوئے تھے آخری عمر میں کمر خمیدہ ہو گئی تھی۔ چہرہ پر تفکر کے آثار نمایاں تھے۔ دیسی کھدر کا سادہ لباس پہنتے تھے سفید رنگ کا کرتہ کالمبا کرتا اور تہبند اور اسی رنگ کی سفید پگڑی استعمال کرتے تھے پاؤں میں دیسی جوتا پہنتے۔ آپؒ کی خوراک سادہ تھی مرغن غذائیں تو قطعاً پسند نہ تھیں۔ البتہ کوئی مہمان آجاتا تو اس کی خاطر داری کے لیے مرغ پکواتے۔ خود دالیں اور سبزیات رغبت سے کھاتے تھے([18])۔

اس زمانے میں فارسی اور عربی نظامِ تعلیم کا رواج تھا۔ ابتدائی صرف ونحو اور فارسی کی کتابیں اپنے والد محترم سے پڑھیں۔ منطق اور حمد اللہ وغیرہ کی کتابیں ضلع میانوالی کے مدارس میں غلام نبیؒ اور مولانا سلطان احمد سے پڑھیں۔ اٹھارہ سال کی عمر میں دورہ حدیث کے لیے ہندوستان کا سفر کیا اور مولانا رشید احمد گنگوھیؒ کے پاس حاضر ہوئے۔ سندِ حدیث ۱۳۰۲ھ میں مولانا رشید احمد گنگوھی سے حاصل کی دورہ حدیث کے بعد سہارن پور کے مدرسہ مظاہر العلوم حاضر ہوئے اور سن ۱۳۰۳ھ میں ایک

[15] ایضاً، ص:۸۷

[16] ایضاً، ص:۸۷

[17] ایضاً: ص: ۹۵

[18] ۔ میاں، محمد الیاس، مولانا حسین علیؒ کا سوانح حیات، مکتبہ، اشاعت اکیڈمی، پشاور، ص:۷۹۔

سال تک مولانا محمد مظہر صاحب سے ترجمہ قرآن و تفسیر کیا۔ مولانا محمد مظہر صاحب عبد القادر دہلویؒ کا ترجمہ التزاماً پڑھایا کرتے تھے اور اسی کو مستند خیال کرتے تھے۔ آپؒ نے سالانا امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ ۱۳۰۴ھ میں مولانا احمد حسن صاحب سے کان پور میں منطق و فلسفہ و غیرہ فنون کی تکمیل کی۔ یہاں آپ نے حمد اللہ، قاضی مبارک، امور عامہ، عبد المتین، اور فتح القدیر جیسی کتابیں پڑھیں۔ اسی سال دوبارہ مولانا رشید احمد گنگوھی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے ان کے طرز خاص پر ترجمہ و تفسیر پڑھا۔ مولانا رشید احمد گنگوھی فرمایا کرتے تھے؛" میں نے اپنی پوری زندگی میں ان سے بڑھ کر ذہین، محنتی طالب علم نہیں دیکھا"۔ تحصیل علوم وفنون کے بعد اپنے آبائی گاؤں کا رخ کیا اور آخری دم تک اپنے ہی علاقے میں قال اللہ اور قال الرسول ﷺ کا نور چار سو پھیلائے رہے[19]۔ مولانا حسین علیؒ نے جن اکابر سے علوم وفنون حاصل کیے ہیں ان میں مولانا رشید احمد گنگوھیؒ، مولانا محمد مظہر نانوتویؒ، مولانا احمد حسن کانپوریؒ اور خواجہ محمد عثمان دامانیؒ شامل ہیں۔ [20]

۱۸۸۹ء میں وطن واپسی کے بعد مولانا حسین علیؒ نے اپنے آبائی علاقے پھچراں میں درس و تدریس کے ذریعے عملی زندگی کا آغاز کیا ابتداء میں صرف و نحو اور فنون کی کتابیں پڑھایا کرتے تھے مگر کچھ عرصہ بعد خود کو قرآن پاک کے ترجمہ و تفسیر اور تدریس حدیث کے لیے وقف کر دیا۔ جس سے آپ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی اور طلباء کی بڑی تعداد میں مختلف علاقوں سے آپ کے ہاں آنا شروع ہو گئے آپؒ نے ترجمہ اور تفسیر کے ذریعے عقیدہ توحید کے احیاء کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ [21]

بیس سال کی عمر میں مولانا حسین علیؒ کو اصلاح ذات کے لیے تلاش مرشد کی فکر ہوئی اور یہی فکر انھیں خواجہ محمد عثمان دامانیؒ کے پاس تشریف لے گئے۔ مولانا خواجہ صاحب کی گرمائی خانقاہ دیپ شریف ضلع شاہپور (خوشاب) حاضر ہوئے اور بیعت کی۔ آپؒ نے پیر و مرشد کے فرمودہ وظائف میں اس قدر محنت و مشقت کی کہ صحت بہت کمزور ہو گئی اور ایک مدت بعد جب بارگاہ مرشد حاضر ہوئے تو پہچان نہ کر سکے۔ احوال سن کر انہوں نے مزید محنت سے منع کیا۔ آپؒ نے مرشد عالی مقام کی سرپرستی میں تمام منازل طے کیں، تو ۱۸۹۳ء کو مولانا خواجہ محمد عثمانؒ نے خلعت خلافت سے نوازا گیا اور تحریراً اجازت دی۔ حضرت خواجہ محمد عثمانؒ کو مولانا حسین علیؒ پر بے حد اعتماد تھا۔[22]

---

[19] ۔حیات شیخ القرآن، ص:۹۵

[20] ۔م، مولانا حسین علیؒ کا سوانح حیات،، ص:۷۹۔

[21] ۔ مولانا حسین علیؒ کا سوانح حیات، ص:۷۹

[22] دار العلوم تعلیم القرآن کی اسی سالہ خدمات،، ص:۱۱۶

قرآن وحدیث کی تعلیم و تدریس کے علاوہ مولانا اصلاح عقائد کے لیے تبلیغی دورے بھی کرتے تھے۔ جن کے پروگرام بسا اوقات وہ خود یا ان کے تلامذہ ترتیب دیتے تھے۔ دیوبند، ڈابھیل، دھلی، سرحد اور پنجاب کے اضلاع گوجرانوالہ، گجرات، سرگودھا راولپنڈی اور ملتان وغیرہ میں بار بار تبلیغی تقاریر کے لیے جانا ہوتا تھا۔ انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ اجتماع میں ضرور شرکت فرماتے۔ انجمن کے امیر مولانا احمد علی لاہوریؒ آپ کے خصوصی معتقد اور معتمد تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے۔" انجمن خدام الدین کے جلسوں میں دوسرے علماء کو اس لیے دعوت دیتا ہوں کہ عوام کی اصلاح ہو اور مولانا حسین علیؒ اور علامہ انور شاہؒ کو اس لیے بلاتا ہوں کہ علماء کی اصلاح ہو اور وہ استفادہ کریں([23])۔ مولانا حسین علیؒ کے حالات زندگی سے پتہ چلتا ہے کہ ان اصل میدان درس و تدریس اور تبلیغ و دعوت تھا۔ اور تصنیف و تالیف سے انھیں خاص رغبت نہیں تھی۔ ان کی مطبوعہ کتب کے مطالعہ سے بھی اس کا اندازہ ہوتا ہے تاہم اس میدان میں بھی انہوں نے عصر حاضر کے تقاضے پورے کیے ہیں۔ آپؒ کے چند اہم تصانیف و تالیفات یہ ہیں۔

ا۔ بلغۃ الحیران فی ربط آیات القرآن (اردو)۔ البیان فی ربط القرآن (تفسیر بے نظیر) (اردو)۔ تلخیص الطحاوی (عربی)۔ تحریرات حدیث (عربی)۔ تقریر الجنجوہی علی صحیح البخاری (عربی) تقریر الجنجوہی علی صحیح المسلم (عربی)۔ عون المعبود علی سنن ابی داود (عربی) رسالہ جرید تین (عربی) برھان التسلیم یا فسخ الحج بالعمرۃ، رسالہ خمس، اوسق رسالہ رفع سبابہ، رسالہ ذبح فوق العقدہ، خلاصہ فتح االقدیر۔ رسالہ مسئلہ علم غیب (اردو)۔ تفخیہ (اردو)۔ تحفہ ابراہیمیہ (فارسی)۔ حواشی فوائد عثمانی (فارسی)[24]

آپؒ نے ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۶ء) میں حج ادا کیا۔ قیام کے دران آپؒ نے وہاں کے اہل علم سے ملاقاتیں کیں اور دین متین کے مختلف پہلوؤں پر ان سے تبادلہ خیال کیا۔ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ کو آپ مکہ کے قاضی الشیخ محمد حسن بن محمد یوسف دمشقی سے ملاقات کے اسی سفر حج سے قبل اور حرمین میں قیام کے دوران آپؒ کو رویا صالحہ کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کی طرف سے کئی بشارتیں دی گئیں۔ جو آپ کی دینی خدمت کی عند اللہ مقبولیت اور دربار رسالت مآب ﷺ میں محبوبیت پر دلالت کرتی ہیں([25])۔

۱۹۴۰ء کو مولانا حسین علی صاحب بیمار ہوئے۔ آپؒ کی عمر مبارک ستر سال سے زیادہ ہو چکی تھی۔ بڑھاپے اور کئی بیماریوں کی وجہ سے کئی سال علالت میں گزارے کبھی کبھی صحت یاب بھی ہو جاتے اور کبھی طبیعت ناساز ہو جاتی۔ دیہاتی زندگی کے عادی

---

[23] مولانا حسین علیؒ کا سوانح حیات، ص:۷۲۔

[24]۔ مولانا حسین علیؒ کا سوانح حیات، ص:۷۲۔

[25] مولانا حسین علیؒ کا سوانح حیات، ص:۷۳۔

تھے شہری فضاء میں گھٹن محسوس کرتے تھے۔ علاج کی غرض سے کئی جگہوں پر لے جایا گیا مگر افاقہ نہ ہو سکا چنانچہ گاؤں واپس چلے گئے۔ مولانا قاضی شمس الدین نے ایبٹ آباد جانے کا مشورہ دیا تو فرمایا، سبحان اللہ یہ وقت مکہ مدینہ جانے کا ہے یا ایبٹ آباد کا۔ ([26])۔ چنانچہ اسی بیماری میں وقت آخر آپہنچا اور سوموار کی رات ۲۵ جون ۱۹۴۴ء بمطابق ۴ رجب ۱۳۶۳ھ میں انتقال کر گئے۔ اگلے روز نماز جنازہ ادا کی گئی گردونواح کے بڑے بڑے عباد وزہاد نے شرکت کی۔ مولانا حسین علیؒ کے شاگردِ خاص اور علمی جانشین مولانا غلام اللہ خان نے نماز جنازہ پڑھائی([27])۔

مولانا حسین علیؒ کو اللہ تعالیٰ نے بہت وسیع علم عطا فرمایا تھا۔ علم تفسیر، علم حدیث علم فقہ، علم الکلام اور تصوف میں آپؒ کو اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ آپ نے زندگی کا اکثر حصہ تحصیل علم اور ترویج علم میں گزرا اور تلامذہ کی صورت امت مسلمہ کے لیے انمول اثاثہ رکھ چھوڑا ہے۔ چند مشہور تلامذہ یہ ہیں، مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ۔ مولانا غلام رسولؒ انہی والا۔ مولانا غلام اللہ خانؒ پنڈی والا، مولانا عبد اللہ درخواستیؒ۔ مولانا احمد رضا خان بجنوریؒ، مولانا محمد طاہر پنج پیریؒ، مولانا عبد الہادی شاہ منصوریؒ، مولانا سرفراز خان صفدرؒ، مولانا سید عنایت اللہ گجراتیؒ، مولانا عبد العزیزؒ گوجرانوالہ، مولانا ولی اللہ انہی والاؒ، مولانا عبد الرؤف چکوال، مولانا محمد زمانؒ میانوالی۔، مولانا، قاضی شمس الدینؒ گوجرانوالہ، مولانا خواجہ سراج الدین موسی زئی۔ مولانا عبد الرؤف صاحب چکوال، مولانا فضل کریم بندیالوی سرگودھا، مولانا عبد اللہ بہلوی شجاع آباد، مولانا محمد شاہ صاحب جہلم، قاضی نور محمد صاحب قلعہ دیدار سنگھ([28])۔

آپؒ کے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ کے علاوہ پانچ صاحبزادگان شامل ہیں۔ مولانا صدر دینؒ، مولانا محمد صادقؒ، مولانا حافظ عبد الرحمٰنؒ، مولانا حافظ عبد اللہؒ اور مولانا عبد الرزاق شامل ہیں۔ مولانا صدر دین اور حافظ عبد اللہ آپ کی حیات میں انتقال کر گئے تھے۔ البتہ باقی صاحبزادگان نے اپنی زندگی دین کی خدمت میں گزاری۔([29])

مولانا حبیب اللہ عرف صاحب حق صاحب زروبیؒ(م ۱۹۴۹):

---

[26] دار العلوم تعلیم القرآن کی اسی سالہ، ص:۹۵۔

[27] حیات شیخ القرآن، ص:۸۱

[28] دار العلوم تعلیم القرآن کی اسی سالہ خدمات، ص:۹۵

[29] مولانا حسین علیؒ کا سوانح حیات، ص:۷۳۔

مولانا عبد الہادی شاہ منصوریؒ کے اساتذہ میں سے ایک مولانا حبیب اللہ المعروف بہ زروبی صاحب حق صیب بھی تھے، آپ کا نام حبیب اللہ بن مولانا امان اللہ بن محمد میر بن مولانا عبد اللہ ہے۔ آپؒ ۱۳۰۵ھ کو موضع زروبی تحصیل صوابی میں مولانا امان اللہ بن ملا میر کے گھر پیدا ہوئے([30])۔

آپؒ نے اپنی ابتدائی تعلیم والد صاحب سے حاصل کی۔ پھر مزید تعلیم کے لیے ڈاگئی میں مولانا عبد الحکیمؒ (جو مولانا حمد اللہ ڈاگئی باباجیؒ کے والد محترم ہے) اور مولانا محمد صدیقؒ کی خدمت میں رہ کر تمام علوم وفنون کی تکمیل کی۔ یہ دونوں حضرات بھائی تھے اور صوبے کے علمی حلقوں میں شیخین کے لقب سے معروف تھے۔ واپسی پر اپنے گاؤں زروبی آنے کے سات برس تک تدریس کرتے رہے اور پھر دوبارہ ڈاگئی جا کر مولانا عبد الحلیم سے دو سال میں صحاح ستہ کی تکمیل کر کے اور سند حاصل کی([31])۔

مولانا فضل الٰہی شاہ منصوریؒ نے مولانا صاحب حق صاحب کا واقعہ سنایا کہ علم اور کتابوں میں حد سے زیادہ منہمک رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ مردان میں باہر زمین پر کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے اور اچانک آندھی آئی، آندھی کتاب پر مٹی ڈالتی رہی اور آپؒ مطالعہ کی جگہ کو صاف کرتے رہے اور مطالعہ جاری رہا، کسی طالب علم نے کہا حضرت آندھی ہے اندر جانا چاہئے، آپؒ نے فرمایا اچھا مجھے خیال نہیں رہا([32])۔

آپؒ نے ۲۲ سال تک گاؤں میں تدریس کی۔ اس کے بعد ۱۴ سال تک کھڈ اور دار العلوم مطلع العلوم میں صدر مدرس کی حیثیت سے تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے قرآن مجید کو پشتو زبان میں ترجمہ کیا اور خیالی پر بھی ایک شرح لکھی ہے۔ ہدایہ، جلالین اور بیضاوی پر بھی تعلیقات لکھیں۔ یہ تمام کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔ ان کے بعض رسائل ان کے بیٹے مولانا محمد زاہد نے طبع کرائے ہیں([33])۔

آپؒ ۳ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ بمطابق ۳ جون ۱۹۴۹ء کو انتقال کر گئے اور آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیے گئے([34])۔

---

[30]۔ محمد قاسم، تذکرہ علماء خیبر پختونخوا، ناشر، دار القرآن والسنہ، آدینہ صوابی، سن اشاعت، ۱۴۳۶ھ۔ ۲۰۱۵ء، ص:۱۲۸۔

[31] حقانی، مولانا عبد القیوم، مرج البحرین فی تذکرۃ الشیخین، القاسم اکیڈمی نوشہرہ خیبر پختونخوا، سن اشاعت، ۱۴۳۷، ۲۰۱۶ھ، ص:۵۵۔

[32] ایضاص:۱۷

[33]۔ تذکرہ علماء خیبر پختونخوا ص:۱۲۸۔

[34] حیات شیخ القرآن، ص:۸۸

آپ کے شاگردوں میں آپ کے بیٹے مولانا محمد زاہد ، مولانا مفتی محمد فریدؒ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ مولانا عبدالحلیم ، مولانا عبدالرحمٰن مینویؒ، مولانا عبدالمنان مینوویؒ، مولانا قاضی امان اللہ ڈاگئی، مولانا حمد اللہ عرف ڈاگئی باباجی، مولانا عبدالہادی شاہ منصوریؒ، مولانا شمس الہادی شاہ منصوریؒ، مولانا عبدالغنی مینویؒ صدر مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان اور مولانا فضل الٰہی شامنصوری شامل ہیں(35)۔

ا۔علامہ قطب الدین غور عشتویؒ(م ۱۹۵۰):

مولانا عبدالہادی شامنصوری کے اساتذہ میں سے ایک علامہ قطب الدین غور عشتوی رحمہ اللہ تھے، آپ کے اباؤاجداد سلطان محمود غزنوی کے زمانے میں قندھار سے غور غشتی آئے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب کچھ اس طرح ہے۔ قطب الدین بن مولانا شہاب الدین بن بہاؤالدین بن سعد الدین۔ آپ ۱۱۶۰ء میں پیدا ہوئے آپ کے خاندان کا تعلق پشتونوں کے مشہور قبیلے کاکڑ سے تھا۔ علامہ قطب الدین غور عشتویؒ مولانا عبدالہادیؒ کے منطق اور فلسفہ کے استاد ہے۔(36)

ابتدائی علوم حاصل کرنے کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور شیخ الحدیث مولانا رشید احمد گنگوھیؒ سے دورہ حدیث پڑھا۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن اور مولانا سیف اللہ آپؒ کے دورہ حدیث کے ہم درس ساتھی تھے۔ روحانی فیض کے حصول کے لیے آپ میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۶ صفر ۱۳۷۰ھ کو بمطابق ۱۷ نومبر ۱۹۵۰ء کو سو سال کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی اور آبائی گاؤں غور غشتوی میں سپردِ خاک کیے گئے۔(37)۔

آپؒ کے درس کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت سے نواز تھا۔ آپؒ جب دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے، تو مختلف درسگاہوں مثلاً علی گڑھ ، فتح پوری، چکوال لکھڈو وغیرہ میں درس دیتے رہے اور کئی نامور شاگرد پیدا کیے۔ مثلاً عبدالسبحانؒ آف کھلابٹ ، مولانا عبدالحلیم زرویؒ(سابق صدر مدرس جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک) مولانا عبدالہادی شاہ منصوریؒ، مولانا شریف اللہ سواتی، مولانا عبدالحنان تاجکؒ اور مولانا عبدالغفور وزیر آبادیؒ وغیرہ شامل ہیں(38)۔

مولانا قاضی گل محمد صاحب(م ۱۹۵۷):

---

35 تذکرہ علماء خیبر پختونخوا، ص:۱۲۸۔

36 حیات شیخ القرآن:ص:۷۹

37 حیات شیخ القرآن:ص:۷۹

38 ،حیات شیخ القرآن:ص: ۹۵

مولانا عبد الہادی شاہ منصوریؒ کے اساتذہ میں سے ایک مولانا قاضی گل محمدؒ بھی تھے، مولانا قاضی گل محمد صاحب ۱۹۱۱ء کو موضع نبی میں قاضی خانم اللہ صاحب کے ہاں پیدا ہوئے([39])۔

آپ کے والد اپنے وقت کے مشہور عالم تھے۔ قاضی خانم کا شمار اپنے وقت کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ علم فقہ اور میراث میں کمال مہارت رکھتے تھے۔ علمی دنیا میں اعلیٰ مقام رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ سیاسی میدان کے بھی اچھے شاہ سوار تھے۔ آپؒ کے سسر مولانا محمد زمان گو آپ کے ہم عصر تھے اور بہت بڑے اور جید عالم تھے۔ ایک مرتبہ اپنے گاؤں چھوٹے لاہور میں ایک مجمع میں تشریف لائے جس میں قاضی صاحب مرحوم نے تقریر کی۔ مولانا محمد زمان صاحب کو وہ تقریر بہت پسند آئی اور قاضی صاحب سے اپنی صاحبزادی کے نکاح کا عندیہ ظاہر کیا چنانچہ قاضی صاحب سے مولانا محمد زمان کا نکاح طے پایا۔ اس کے بعد قاضی صاحب نے اپنے سسر سے کافی کتابیں پڑھیں۔ اس کے علاوہ موضع مانکی کے مولانا نعمت اللہ کی درس میں شامل ہوئے([40])۔

قاضی صاحب کے چار بیٹے ہیں۔ سب بڑے قاضی فقیر محمد ہے۔ دوسرا بیٹا قاضی حسین احمد ہے۔ اس نے کافی کتابیں پڑھی ہیں اور بوقت ضرورت گاؤں میں امامت اور خطابت کر فرائض بھی دیتے تھے، لیکن عام طور پر زمینداری اور دوکانداری ان کا مشغلہ ہے۔ تیسرے صاحبزادے کا نام مولانا قاضی عبد الصمد ہے جو کہ دار العلوم حقانیہ کے فاضل اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سند یافتہ ہے۔ اور اس کے ساتھ پشاور یونیورسٹی سے ایم اسلامیات اور ایم اے عربی بھی کیا ہے۔ اور آج کل پاک آرمی خطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ چوتھے بیٹے جناب بشیر احمد عثمانی یونین کونسل میں سکرٹری ہیں۔ قاضی صاحب علم میراث اور علم فقہ میں ماہر تھے۔ ذہانت کا یہ عالم یہ تھا کہ ہدایہ جیسی کتاب بغیر مطالعہ کے پڑھاتے اور کبھی کبھی بطور تحدیث بالنعمۃ فرماتے کہ ہدایہ مصنف سے زیادہ مجھے یاد ہے([41])۔

طبیعت کے اعتبار سے آپؒ پر جلال غالب تھا۔ تحریک پاکستان اور صوبہ خیبر پختونخوا میں منعقدہ ریفرنڈم میں بھی آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ اکابرین کے بڑے قدردان تھے۔ تہِ دل سے ان سے محبت کرتے تھے اور اکابرینِ دیوبند سے تو ان کی محبت عقیدت کی حد تک جاپہنچی تھی۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے اپنے دونوں بیٹوں کے نام اکابرین دیوبند کے ناموں پر رکھے۔ ایک بیٹے کا نام حسین احمد اور دوسرے کا نام شبیر احمد۔

[39] ایضا، ص:۹۱۔

[40] ایضا، ص:۹۲۔

[41] حیات شیخ القرآن، ص:۹۴

صرف چھیالیس سال کی عمر میں نومبر ۱۹۵۷ء کو آپ نے انتقال کر گئے([42])۔

مولانا عبد الرؤف عرف کڈی مولوی صاحب (م ۱۹۶۰):

مولانا عبد الہادی شاہ منصوریؒ کے اساتذہ میں سے ایک مولانا عبد الروف المعروف بہ کڈی مولوی صاحبؒ بھی تھے، مولانا عبد الرؤف ضلع صوابی کے گاؤں کڈی میں مولانا محمد شریف کے ہاں ۴ اگست ۱۸۸۲ کو پیدا ہوئے([43])۔

آپ نے اپنے چچا مولوی احمد شاہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ چچا کی وفات کے بعد مزید تعلیم کے لیے چھچھ کے علاقے کو تشریف لے گئے اور صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد بونیر کے علاقہ بنجتار تشریف لے گئے اور فقہ کی کتابیں وہاں قاضی صاحب سے پڑھیں۔ اس کے بعد مزید اعلیٰ تعلیم کے لیے ہند کی طرف سفر کیا اور وہاں ریاست ٹونک کے ناصریہ مدرسے میں علم تفسیر اور حدیث کی تکمیل کی۔ مہاجر کابل مولانا سیف الرحمٰن صاحب اور مولانا شیخ الحدیث حیدر حسن کان صاحب سے آپ کے اساتذہ میں قابل قدر رہے۔ دورہ حدیث میں امتیازی سند حاصل کی اور وطن واپس تشریف لائے([44])۔

اپنے گاؤں کی مسجد میں درس شروع کیا اور انتہائی کم وقت میں آپ کے درس کو شہرت ملی۔ آپؒ تمام علوم میں کامل مہارت رکھتے تھے مگر نحو اور منطق میں آپؒ اجتہادی فکر و نظر رکھتے تھے۔ علامہ مار تونگ باباجی، مولانا خان بہادر آپ کو ابن حاجب کہا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میدانی علاقوں میں مولانا عبد الرؤف صاحب مشہور عالم ہیں۔ آپ اپنے علاقے کے مشہور قاضی تھے اور شریعت کے مطابق فیصلے فرماتے تھے سالہا سال سے حل طلب مقدمات کو آپؒ چند گھنٹوں میں فرمایا۔ میاں گل اورنگ زیب والئی سوات نے آپؒ کو ریاست سوات میں افتاء اور قضاء کے لیے بنائے گئے کمیٹی کا رکن مقرر کیا۔ سال میں دو تین بار آپ وہاں تشریف لے جاتے۔ پچپن سال درس و تدریس کیا عوام کے لیے عشاء کے ترجمہ و تفسیر کا آغاز کیا جس سے علاقہ کے عوام کو کافی فائدہ ہوا اس کے علاوہ آپ نے مروجہ رسومات اور خلاف شریعت امور کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کا خاتمہ کیا۔ دو دفعہ زندگی میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے([45])۔

---

[42] ایضاً، ص:۹۰۔

[43] تذکرہ علماء خیبر پختونخوا، ص:۱۲۸۔

[44] حیات شیخ القرآن، ص:۸۸

[45] تذکرہ علماء خیبر پختونخوا، ص:۲۸۳۔

آپ کے مشہور تلامذہ میں مولانا عبد الحلیم صاحبؒ صدر المدرسین، مولانا عبد الحق اکوڑہ خٹک، مولانا شفیع اللہ صاحبؒ سابق دار العلوم حقانیہ، مولانا عبد الحکیم صاحب حیدر چھچھ مولانا گلستان صاحب، مولانا فضل حسین صاحب مانیری، مولانا محمد طاہر صاحب پنج پیری اور مولانا عبد الوحید قاسمی زروبوی قابل ذکر ہیں([46])۔

آپ نے زندگی کے ۸۷ سال گزارنے کے بعد ۱۶ اپریل ۱۹۶۰ء کو وفات پائی([47])۔

مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ(م ۱۹۶۹):

مولانا عبد الہادی شاہ منصوریؒ کے اساتذہ میں سے ایک مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ بھی تھے، مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ بن مولانا بہاؤالدین بن مولانا سعد الدین بن محمد موسیٰ بن اخوند محمد بشارت، مولانا قطب الدین غور غشتویؒ کے چچا تھے۔ مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۸۷۸ء کو دریائے سند کے مشرقی کنارے پر تربیلہ اور غازی سے چند میل کے فاصلے پر دور ایک گاؤں غور غشتوی میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق پٹھانوں کے ایک قبیلے کاکڑ سے ہے([48])۔

مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ چوڑی پیشانی، والے جس پر شب خیزی کا نور نمایاں نظر آتا تھا۔ شرم وحیا سے معمور بڑی آنکھوں والا خوب صورت ناک اور پر کشش رخسار والے گھنی نورانی داڑھی، بھرے ہوئے جسم والے قدا اور اور وجیہہ انسان تھے۔ اس پر سفید رنگت نور علی نور تھی۔ آپؒ سلف صالحین کی طرح سادہ لباس پسند فرماتے اور تکلف سے اجتناب کرتے تھے۔ اکثر اوقات سفید کرتہ شلوار اور ٹوپی پر پگڑی باندھتے تھے اور سردی میں واسکٹ بھی استعمال کرتے تھے۔ آپؒ اکثر سفید پگڑی استعمال کرتے تھے([49])۔

مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ اپنے علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔ آپؒ کے والد مولانا بہاؤالدین سلسلہ چشتیہ کے صاحب نسبت بزرگ تھے۔ آپؒ کے دادا بھی بلند پایہ عالم تھے۔ اس طرح علم دین وعرفان آپ کو گویا ورثہ میں ملے تھے۔ آپؒ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی سے حاصل کی، جو ایک جید عالم اور نامور مدرس تھے۔ اس کے بعد کیمبل پور اٹک میں صرف و نحو کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد نوتھیہ گئے جہاں منطق و معانی کا درس مولانا غلام رسول جو آپ کے والد کے شاگرد تھے سے

[46] حیات شیخ القرآن، ص:۸۹۔

[47] ایضا، ص:۹۰۔

[48] شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی، ص:۴۱۔

[49] شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی، ص:۱۷۷۔

لیا۔ نوتھیہ میں تکمیل کے بعد آپؒ ضلع میانوالی کے گاؤں چکرالہ گئے جہاں مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور شیخ الہند محمود الحسنؒ کے شاگرد مولانا قمر الدین پنجابی سے احادیث کی کتابیں پڑھیں سند حدیث حاصل کی۔(50)

آپؒ کے شیوخ عظام اور اساتذہ کرام یہ ہیں۔ مولانا خواجہ سراج الدینؒ، مولانا حسین علیؒ، مولانا شہاب الدینؒ، مولانا غلام رسولؒ، مولانا قاضی قمر الدین چکڑالویؒ اور مولانا مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ(51)۔

مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ نے طالب علمی کے زمانہ میں مولانا خواجہ محمد عثمان دامانیؒ سے بیعت ہونا چاہتے تھے، مگر اسی سال مولانا خواجہ عثمان صاحب کا انتقال ہو گیا ان کے بعد اپنے خواجہ سراج الدین موسیٰ زئی (ڈیرہ اسماعیل) کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت حاصل کی۔ خواجہ صاحب کے انتقال کے بعد مولانا حسین علی سے بیعت ہوئے(52)۔

علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کے بعد "نوتھ" ضلع اٹک کے ایک علم دین حضرت مولانا سلطان احمد کے اصرار پر رنگون تشریف لے گئے اور وہاں ان کے مدرسے میں تدریس کی خدمات انجام دینا شروع کیں جہاں آپ کے بھتیجے مولانا قطب الدینؒ پہلے سے تدریس کے خاطر مقیم تھے۔ یہاں چند سال تدریس کرتے رہے ایک دن آپ رنگون کے بازار میں جارہے تھے کہ طبیعت پر عجیب وغریب اثر پڑا۔ طبیعت کا رنگ بدل گیا لیکن وہاں کا کتب خانہ مثالی تھا جس نے آپ کے علم کو جِلا ملی۔ اس کے بعد کچھ دیر قیام کیا پھر سفر حج کے لیے روانہ ہوئے اس وقت رنگون سے حج کے لیے تین سو روپے کا خرچ تھا حج کی سعادت حاصل کی۔ جنگ عظیم اول کا زمانہ تھا روس کے مسلمان لٹ پٹ کر حجاز وغیرہ آرہے تھے یہ منظر انتہائی ہولناک تھا(53)۔

رنگون کے قیام کے دوران علم حدیث کے اس عاشق کے دل میں دیوبند حاضری اور حضرت شیخ الہندؒ سے استفادہ کا داعیہ پیدا ہوا۔ چنانچہ شیخ الہندؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شیخ الہندؒ نے ترمذی شریف، ہدایہ آخرین اور توضیح کا امتحان لیا۔ داخلہ لینے کے بعد فرمایا: " طالب علم لائق نظر آتا ہے"۔ اسی طرح حضرت شیخ الہند کی دور رس نگاہ نے حضرت غور غشتویؒ میں خوابیدہ

---

[50] دار العلوم تعلیم القرآن کی اسی سالہ خدمات، ص:۹۶

[51] شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی:۱۷۷

[52] ایضا، ص:۹۵۔

[53] شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی، ص:۶۱

صلاحیتوں کا ادراک کیا۔ قیام دیوبند کے دوران آپؒ اکثر علیل رہتے تھے لہذا واپس اپنے آبائی گاؤں غور غشتی تشریف لے آئے اور آخری سانس تک مختلف علوم وفنون اور احادیث نبویہ ﷺ پڑھاتے رہے۔ (54)

دیوبند سے واپسی پر اپنے علاقے غور غشتوی میں مستقل قیام اور درس حدیث کا آغاز کیا۔ اخلاص سے علم حدیث کی شمع روشن کیا جس کی وجہ سے چاروں طرف سے علم حدیث کے طلباء ٹوٹ پڑے اوراس مشک و عنبر کی خوشبو سے اپنے آپ کو معطر کرنے لگے۔ اخلاص ہی برکت تھی کہ آپ تقریباً چالیس سال تک خلق خدا کو علوم نبوت سے فیض یاب کرتے رہے۔ مولانا عبد الرحمٰن بہودی والے فرمایا کرتے تھے کہ تدریس تو مولانا نصیر الدینؒ نے کی ہے۔ ہم نے تو وقت گزاری کی ہے۔ آپ سے استفادہ کرنے والے طلباء کی اکثریت گرد نواح کے علاوہ پنجاب افغانستان اور ترکستان سے تعلق رکھتے ہیں (55)۔

مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ کو تمام مروجہ علوم میں خصوصاً علم حدیث میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپؒ کی علمی قدر ومنزلت کے لیے ایک واقعہ ذکر کیا جاتا ہے۔ محدث جلیل مولانا محمد انور شاہ کشمیری بعض وجوہات کی بنا پر دار العلوم دیوبند سے تشریف لے گئے تو ان کے جانے سے پیدا ہونے والے خلاء کو پر کرنے کے لیے دار العلوم دیوبند کی مسند حدیث پر جلوہ افروز ہونے کے لیے حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ سے درخواست کی گئی اور دیوبند سے ایک وفد آیا جس نے کئی روز تک قیام فرمایا اور مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ سے اصرار کیا مگر آپ معذرت کی اور دیوبند تشریف نہیں لے گئے (56)۔

مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ اشاعتِ حق اور دفاعِ حق وباطل کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ چنانچہ آپ کی زندگی میں جتنی حق تحریکیں چلیں ان میں آپ نے بھرپور حصہ لیا بالخصوص آپ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور پیرانہ سالی کے باوجود دس ماہ اسیر رہے۔ اسیری کا یہ وقت اٹک اور ساہیوال کی جیلوں میں گزارا۔ تحریکِ ختم نبوت کی کامیابی کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دیں اور عشق رسول ﷺ کا ثبوت دیا (57)۔

مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ کو جمعیت علمائے اسلام سے خصوصی تعلق تھا۔ صرف تعلق ہی نہ تھا بلکہ عملی طور جمعیت علمائے اسلام کے پروگرام کے لیے کوشاں تھے، یہاں تک کہ اپنے علاقے میں جمعیت علمائے اسلام کی سرپرستی ان ہی سپرد تھی۔

---

54 دار العلوم تعلیم القرآن کی اسی سالہ خدمات، ص:۹۶

55۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی، ص:۶۲۔

56۔ دار العلوم تعلیم القرآن کی اسی سالہ خدمات، ص: ۱۰۳۔

57۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتوی، ص:۱۴۸۔

۱۹۳۵ء سے ۱۹۶۹ء تک باقاعدہ جمعیۃ کی سرپرستی وصدارت کے منصب جلیلہ پر فائز رہ کر اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ سرانجام دیا۔ مولانا فضل الرحمٰن کی سربراہی بھی آپؒ کی مشورے سے ہوئی([58])۔

مولانا غورغشتویؒ نے مشکوٰۃ مصابیح پر ایک عمدہ حاشیہ تحریر فرمایا جس کی طباعت کی سعادت پشاور کے ایک شخص کو نصیب ہوئی اور زیور طباعت سے آراستہ وپیراستہ ہو کر مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ اس کے علاوہ آپؒ نے سنن ابوداود اور جامع ترمذی پر بھی حواشی تحریر فرمائے جو کہ آپؒ کی علمی مقام کی آئینہ دار ہے۔([59])

مولانا نصیر الدینؒ نے حج بیت اللہ کے لیے پابہ رکاب تھے۔ تیاری کے دوران آپؒ بیمار ہوئے۔ ۳ ذی القعدہ ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۶۹ء کو اپنے حقیقی مالک سے جاملے۔ آپؒ کی وفات کے بعد وصیت کے مطابق غسل شاہ منصور باباجیؒ نے دیا اور نماز جنازہ آپؒ کے فرزند ارجمند نے پڑھائی۔ ([60])

شیخ الحدیث مولانا نصیر الدینؒ کے درس کو اللہ تعالیٰ نے قبولیت تامہ سے نوازا تھا آپؒ کے پاس باقاعدہ طلباء کا کوئی رجسٹر نہ تھا ایک چشمہ فیض تھا جو ہر طالب علم کی پیاس بجھارہا تھا آپؒ کے مشہور اور چند شاگردوں کے نام یہ ہیں:

مولانا صاحبزادہ محمد ابراہیم، مولانا صاحبزادہ رکن الدین، مولانا صاحبزادہ فخر الدین، مولانا عبد الہادی شاہ منصوریؒ، مولانا عبد الرازق عرف لالا مولویؒ، مولانا محمد طاہر پنج پیر مولوی صاحب، مولانا مفتی محمد فریدؒ، مولانا محمد احمدؒ بانی دارالعلوم شیر گڑھ مردان، مولانا فصل الٰہی شاہ منصور، مولانا عبد الباقیؒ شاہ منصور صوابی، مولانا امیر محمد المعروف بجلی گھر مولویؒ اف پشاور، مولانا قاضی احسان الحقؒ مدے بابا تخت بھائی، مولانا عبد الرحیمؒ آف کوئٹہ۔ مولانا تاج عالمؒ وزیرستان، مولانا سید زبیر شاہ فتح جنگ، پروفیسر غلام ربانیؒ اٹک، ڈاکٹر غلام جیلانیؒ، مولانا قاضی محمد زاہد الحسنی اٹک، قاری سعید الرحمٰن اٹک اور مولانا ارشد الحسنی اٹک وغیرہ شامل ہیں([61])۔

---

[58]۔ ایضاء ص:۱۵۱۔

[59] حیات شیخ القرآن، ص:۸۵۔

[60] ایضاص:۸۶۔

[61]۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتوی، ص:۶۸۔

مولانا غور غشتویؒ نے اولاد میں پانچ صاحبزادے مولانا رکن الدین، مولانا فخر الدین، مولانا محمد ابراہیم، صدرالدین اور محمد اسماعیل چھوڑے۔[62]

خلاصہ بحث

علم دین اسلام کی بنیاد ہے اور علماء اس بنیاد کے محافظ ہیں، جنہوں نے ہر دور میں دین کی حفاظت، تبلیغ اور تعلیم کے ذریعے امت کی رہنمائی کی۔ مولانا عبد الہادی شاہ منصوریؒ بھی ایسے ہی ایک جلیل القدر عالم تھے، جنہوں نے اپنی زندگی دین اسلام کی خدمت کے لیے وقف کی۔ آپ نے نہ صرف درس و تدریس کے ذریعے علوم دینیہ کو عام کیا بلکہ اپنے شاگردوں کی ایک ایسی جماعت تیار کی، جو آپ کے علم و عمل کا تسلسل بنی۔

مولانا عبد الہادی شاہ منصوریؒ کے علمی مقام کا اندازہ ان کے اساتذہ کی علمی عظمت سے ہوتا ہے۔ آپ نے مولانا قطب الدین غور غشتویؒ، شیخ التفسیر مولانا حسین علیؒ، مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ، مولانا محمد زمان شاہؒ عرف "ابا صاحب"، اور مولانا عبد القہار عرف "مروت مولوی صاحب" جیسے اکابر علماء سے علم حاصل کیا۔ ان کے جلیل القدر شاگردوں میں مولانا محمد قاسم (مہتمم دارالعلوم شیر گڑھ)، مولانا مغفور اللہ باباجی شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ، اور شیخ عبد السلام رستمی شامل ہیں، جنہوں نے آگے بڑھ کر دینی خدمات سرانجام دیں۔

مولانا عبد الہادی شاہ منصوریؒ اور ان کے اساتذہ کی خدمات ہمیں یاد دلاتی ہیں کہ علماء کے وجود اور ان کے علوم کو عام کرنے میں امت کی بقا ہے۔ ان عظیم ہستیوں کے علمی کارنامے آج بھی ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

---

[62]۔ دارالعلوم تعلیم القرآن کی اسی سالہ خدمات، ص:۱۰۶،۱۰۵۔